جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو محفوظ ہیں۔

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ۔

منظور کردہ: وفاقی وزارتِ تعلیم، (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔

بذریعہ مراسلہ نمبر F-4-4/2003-SS بتاریخ 9-10-2004

قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارتِ تعلیم کی تصحیح شدہ

نگرانِ اعلیٰ

آغا سہیل احمد

چیئرمین، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

مصنف

پروفیسر فدا حسین کھوکھر

معاون مصنفین

★ پروفیسر سید قوی احمد ★ پروفیسر محمد رفیق دھنانی (باب نمبر ۲/۷/۸)

★ اشتیاق قریشی (باب نمبر ۱۲/۱۳)

نظرِ ثانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری

جائزہ کمیٹی

★ پروفیسر سید قوی احمد ★ پروفیسر سید قلندر شاہ لکیاری

★ پروفیسر نذیر احمد قاضی ★ پروفیسر محمد رفیق دھنانی

نگران

★ علی محمد ساھڑ ★ عبدالودود

مترجم

★ پروفیسر بدر الدجیٰ خان

طبع کنندہ: طیبہ انٹرنیشنل، حیدرآباد

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
پہلا باب	پاکستان کی نظریاتی اساس	5
دوسرا باب	تشکیل پاکستان	15
تیسرا باب	اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آئینی ارتقا	39
چوتھا باب	پاکستان کی سرزمین اور آب وہوا	50
پانچواں باب	پاکستان کے وسائل	71
چھٹا باب	پاکستان میں صنعتی ترقی	98
ساتواں باب	پاکستان کی آبادی	117
آٹھواں باب	پاکستان کی ثقافت	130
نواں باب	پاکستان میں تعلیم	146
دسواں باب	پاکستان۔ایک فلاحی مملکت	163
گیارھواں باب	پاکستان میں شہری زندگی	175
بارھواں باب	انسانی حقوق کا تحفظ	181
تیرھواں باب	شہریوں کے حقوق کا تحفظ اور اداروں کا کردار	188

(ب) نظریے کا منبع و ماخذ:

کسی بھی نظریے کا فروغ کا انحصار افراد کے خلوص لگن اور وفاداری اور وابستگی پر ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ افراد کے ذہنوں پر اسی طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اسلام کے ابدی اصولوں پر اُن کا ایمان اور پختہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظریے کا سرچشمہ قرآنِ مجید، سنّت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق رسوم ورواج ہیں۔

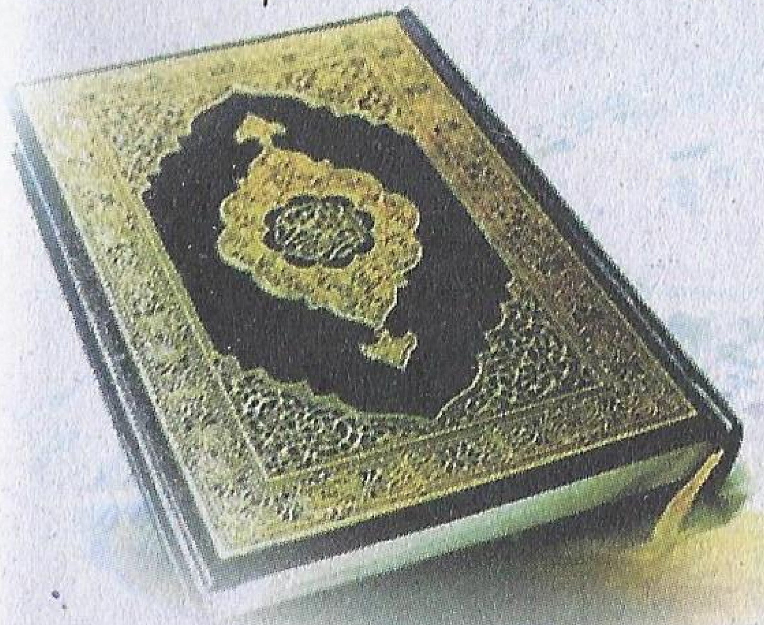

(i) قرآنِ مجید:

قرآنِ مجید اسلام کی ابدی اساس ہے۔ اس سے لوگوں کے معاشرتی اور معاشی قوانین کے سلسلے میں مفصل و مکمل رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ جس کے بدولت انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر زندگی خوشگوار، پُرامن اور بامقصد ہو جاتی ہے۔

(ii) سنّتِ رسول "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ":

ہمارے پیارے رسول "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" نے اسلامی احکام کو اپنے اقوال و افعال سے واضح فرمایا ہے۔ قرآن کی تعلیمات کی مفصل تشریح سنت رسول "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" میں ملتی ہے جو اسلامی اصول و قوانین کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ سنّت ایک عربی اصطلاح ہے۔ اس کے لفظی معنی ایسا راستہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ قرآنِ مجید اسلامی اصولوں کے بنیادی خدوخال بیان کرتا ہے لیکن اُن کی تشریح اور وضاحتیں رسول اکرم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" کے اقوال میں ملتی ہے۔ اسلام کے بنیادی ارکان یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی تفصیلات رسول اکرم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" نے بیان فرمائی ہے۔

(iii) رسوم ورواج:

مختلف علاقوں میں پائے جانے والے ایسے رسوم و رواج اور ثقافتی اقدار جو اِسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ اُس مخصوص خطے یا علاقے میں انھیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں میلے، اجتماع اور دیگر تقریبات شامل ہیں۔

(ج) نظریے کی اہمیت:

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر نظریے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

(i) یہ افراد کے افکار اور خیالات کا عکاس ہوتا ہے۔ اور اُن کے رہن سہن، اُن کی سوچ، طرزِ فکر اور معاشرتی مراسم متعین کرتا ہے۔

(ii) یہ لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے اور قومی اتحاد کا سرچشمہ بنتا ہے۔

(iii) وہ تمام حرکات و سکنات کے لیے قوّتِ محرکہ ہے۔ کسی نظریے کے زیرِ اثر افراد کسی خاص مقصد کے لیے دل سے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

(iv) کسی بھی ایماندار، دیانتدار اور مسلمہ قیادت کے زیرِ اثر یہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے جدوجہد پر اُبھارتا ہے اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے قوّتِ محرکہ کا کام سرانجام دیتا ہے۔

(v) رہنماؤں کے انتخاب میں نظریہ ایک بصیرت بھی پیدا کر دیتا ہے اور اس سے درست فیصلے کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

(vi) اس سے آزادی، ثقافت اور رسوم رواج کو برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسلامی نظریہ اُن اسلامی اقدار کا عکاس ہے جن کی رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے تعلیم دی اور عمل کر کے دکھایا۔

2. نظریہ کے ارکان:

نظریے کے بنیادی ارکان حسب ذیل ہیں۔

(i) **مشترکہ مذہب:** مذہب اقوامِ عالم کے لیے اتحادی قوت ہے۔ تمام اقوامِ عالم اپنے مذاہب کی بنیاد پر شناخت کی جاتی ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے سے جدا ہیں کیوں کہ اِن کے عقائد مختلف ہیں۔

(ii) **مشترکہ ثقافت:** عام طور سے ایسے افراد جن کی مشترکہ ثقافت ہوتی ہے۔ اُن کا طرز زندگی بھی یکساں ہوتا ہے اور عام طور سے وہ اپنے رسم و رواج میں کوئی سمجھوتا نہیں کرتے ہیں۔

(iii) **مشترکہ مقصد:** جب لوگوں کا مقصد مشترکہ ہوتا ہے تو وہ متحد ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کا حصول جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا مشترکہ مقصد تھا۔ اس نے اُنھیں نظریہ ءپاکستان کے تحت باہم متحد کر دیا تھا۔

(iv) **پُرخلوص وابستگی اور عہد و پیمان:** کسی اعلیٰ مقصد کے لیے افراد کی پُرخلوص وابستگی اور عہد سے نظریہ کو تحریک ملتی ہے اور اُس کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے آزادی کے حصول اور مسلم ریاست کے قیام کے مشترکہ مقصد کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا اور اِس مقصد کے لیے انھوں نے سب کچھ قربان کر دیا۔

3. نظریہ ءپاکستان کی اساس:

نظریہ ءپاکستان کی اساس جنوبی ایشیا کے اُن مسلمانوں کی فکر اور فلسفے پر ہے جو ایک اسلامی معاشرے کے دوبارہ قیام کے خواہش مند تھے۔ اسلامی نظریے کے بنیادی اجزا حسب ذیل ہیں۔

(i) عقیدۂ ایمان:

نظریہ پاکستان کی اہم خاصیت توحید، رسالت، فرشتوں، یومِ آخرت اور تمام الہامی اور آسمانی کتب پر ایمان ہے۔ مسلمانوں کے اِس ایمان کے سب سے اہم اور ضروری پہلو اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی آخر الزماں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر کامل یقین ہے۔ قرآن الہامی کتاب ہے جو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر تقریباً 23 برسوں میں نازل ہوا اور جو تمام انسانیت کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ اس طرح مسلمان ایک علیحدہ اُمّت ہیں۔ توحیدِ الٰہی اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شخصیت میں رسالت کی تکمیل اسلامی نظریے کی سب سے اہم بنیادیں ہیں۔

(ii) معاشرتی معاملات:

اسلام کے معاشرتی نظام میں باہمی تعلقات اور معاملات بہت اہم مقام رکھتے ہیں۔ عدل و انصاب و احسان اِسلام کے معاشرتی نظام کے نمایاں پہلو ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے۔ عدل و انصاف کے رہنما اصول نظریہء پاکستان کی بنیادیں ہیں۔

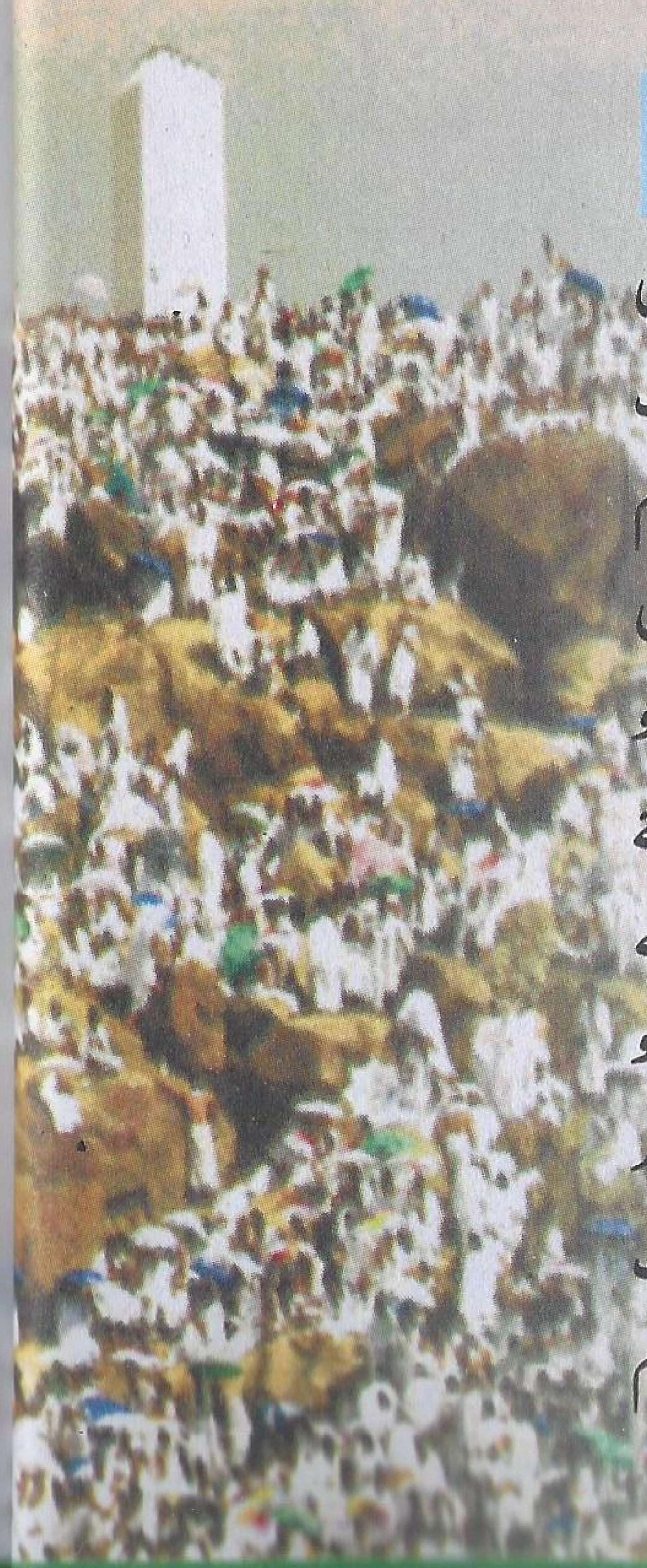

4. اسلام میں جمہوریت کے اصول:

اسلام میں جمہوریت کی تصور باقی دنیا سے علیٰحدہ ہے۔ اسلامی معاشرہ اِس پر کامل ایمان رکھتا ہے کہ اِس پوری کائنات پر اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اِس پوری کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ہے۔ عوام کے نمائندے صرف اُن حدود کے اندر طاقت استعمال کر سکتے ہیں جو اسلام نے عائد کر دی ہیں۔ حکومت اور مجلس مقنّنہ (قانون ساز اسمبلی) کو لا محدود اختیارات حاصل نہیں ہوتے ہیں۔ تاہم عوام کو اِس امر کی پوری آزادی ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے معاملات کو چلانے کے لیے اللہ سے ڈرنے والے صالح اور متقی و پرہیز گار افراد کو منتخب کریں۔ خلفائے راشدین بہترین، صالح اور درست آراء رکھنے والوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ اس طرح کے مشیروں کو ملا کر شوریٰ (مشیرانِ کی مجلس) تشکیل دی جاتی تھی۔ اسلام میں کسی بھی شخص کو (سوائے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ) عقلِ کُل نہیں سمجھا جاتا ہے۔ صرف اللہ کا حکم اور اُس کی مرضی نافذ و جاری و ساری ہونی چاہیے۔ جن لوگوں کو اقتدار ملتا ہے، اُس وقت تک عوام کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں جب تک وہ اسلام کے قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔ اِسی سے اسلام میں جمہوریت کا تصوّر واضح ہوتا ہے۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول درجِ ذیل ہیں۔

(i) عدل و انصاف:

عدل کے لفظی معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا۔ یہ قانونِ اِلٰہی کی اصل بنیاد ہے، زندگی کا کوئی بھی پہلو عدل کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ عدل و انصاف ہی ہے جس کی بناء پر کوئی معاشرہ پُر امن اور خوشحال ہو سکتا ہے۔ صرف عادلانہ نظام میں ہی کسی ایک فرد کے کردار کی تعمیر و تشکیل اور اجتماعی بہتری ممکن ہے۔ قرآنِ حکیم عدل قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔

ایک ایسا معاشرہ جس میں عدل کو فوقیت اور برتری حاصل ہوتی ہے اُس میں ہمیشہ اتحاد و اتفاق، محبت و الفت، خلوص اور امن پایا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربّانی ہے: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، عدل قائم کرو اللہ کی رضا کے لیے شہادت کو قبول کرو خواہ یہ خود تمہارے خلاف ہو، خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور لوگوں سے نفرت تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے۔" اسلام کے عدالتی نظام میں افراد کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

(ii) مساوات:

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا علمبردار ہے۔ اسلام رنگ، نسل، زبان، عقیدہ، ثقافت اور امارت و غربت کی بنیاد پر ہر قسم کے امتیاز اور تفریق کی نفی کرتا ہے۔ رسول اکرم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" نے ایک ایسا سماجی و معاشی نظام قائم کیا تھا جس میں امیر و غریب کے امتیاز کو مٹا دیا گیا تھا۔ صرف چند ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو زکوٰۃ کا نظام قائم کیا تھا جس میں امیر و غریب کے امتیاز کو مٹا دیا گیا تھا۔ صرف چند ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو زکوٰۃ کا نظام قائم کر کے ختم کر دیا گیا۔ رسول اکرم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ "تمام اِنسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اسلام میں فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے۔"

اسلام میں لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ سوائے اُن کے جو تقویٰ (پرہیز گار اور خوف خدا) اختیار کرتے ہیں۔ قانون کی نظر میں تمام اِنسان برابر ہیں۔ غریب ہو یا امیر قانون کے سامنے سب برابر کے جوابدہ ہیں۔ شریعت اسلامی (ضابطہء قوانین اسلامی) قانونی عدل و انصاف مہیا کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے تمام افراد کو قانونی تحفظ حاصل ہے اور اُنھیں سماجی تحفظ حاصل کرنے کے لیے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

(iii) اُخوّت:

اُخوّت کے معنی بھائی چارہ کے ہیں۔ قرآنِ مجید کے الفاظ میں "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" (مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔ اُخوّت کا اصول اِسلامی معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ اور خوشی و غم میں شریک ہوتے ہیں۔ اُخوت اور بھائی چارے کا احساس، محبت و الفت، باہمی تعاون، بے لوث خدمت اور قربانی کے جذبات کو ابھارتا اور فروغ دیتا ہے۔ اس طرح معاشرہ تمام لوگوں کے لیے پُر امن اور پُر آسائش

بن جاتا ہے۔ اُخوت و بھائی چارہ کا عظیم مظاہرہ مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے موقع پر نظر آیا تھا۔ اہلِ مدینہ (انصار) نے نہ صرف اُن (مہاجروں) کو خوش آمدید کہا بلکہ اپنی تجارت اور جائداد میں اُنھیں حصہ دار بنالیا۔

ہمارے پیارے نبی "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" نے فرمایا: "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اپنے مسلم بھائی کو تکلیف پہنچانے کا ذریعہ نہیں بنتا ہے۔" رسول اکرم "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" نے مشورہ دیا کہ "آپس میں تحائف کا تبادلہ کیا کرو۔ اس سے محبت اور الفت پھیلتی ہے۔" مختصر یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی حسد کرنا چاہیے۔ اسلام تو غیر مسلموں کے خلاف سازش کرنے اور بُرے خیالات رکھنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

(iv) رواداری:

رواداری اور برداشت بہت عظیم نیکیاں ہیں جو انسان کو مشکل اور دشواری سے بچاتی ہیں اور دوسروں سے پیار و محبت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ باہمی جھگڑوں سے بچنے کے لیے رواداری بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے اُخوت اور امن کا ماحول فروغ پاتا ہے اور انسانی رشتوں میں استحکام آتا ہے۔ رسول اکرم "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" نے اپنے قول و فعل سے رواداری کا درس دیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور اُنھیں مکمل تحفظ مہیا کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو اپنے خیالات اور نظریات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔

5. نظریۂ پاکستان علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں:

علامہ اقبالؒ (1877ء تا 1938ء) اور قائداعظمؒ (1876ء تا 1948ء) کے نظریۂ پاکستان کے بارے میں کئی بیانات ہیں۔ علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے برصغیر کی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حالت کا بہت باریک بینی سے مشاہدہ کیا تھا اور اِس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہندو اور مسلم باہم مل کر نہیں رہ سکتے اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک علیٰحدہ مادرِ وطن اِنتہائی ضروری ہے۔ اپنے خطابات، تقاریر اور بیانات میں اُنھوں نے نظریۂ پاکستان کی کھل کے وضاحت کی اور اُس پر سختی سے زور دیا۔ نظریۂ پاکستان کے بارے میں اُن کے عوامی خطابات اور تقاریر سے جدوجہدِ پاکستان کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

(i) علامہ اقبالؒ کے ارشادات:

عظیم مفکر، فلسفی اور شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیٰحدہ ریاست کے لیے سختی سے آواز اُٹھائی۔ الٰہ آباد میں دسمبر 1930ء میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں آپ نے صدارتی خطبہ دیا، جو عام طور سے خطبہ الٰہ آباد کے نام سے معروف ہے۔ اپنے خطاب میں آپ نے مسلمانوں کی علیٰحدہ قومیت کے تصور کی وضاحت کی۔ علامہ اقبالؒ نے اِس بات پر زور دیا کہ اِس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ برصغیر میں ایسے لوگ آباد ہیں جو مختلف زبانیں بولتے ہیں اور مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں۔ اور مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کی نمائندگی کرتے ہوئے، اِن کی مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کی نمائندگی کرتے ہوئے، اِن کی مختلف تہذیبی اور ثقافتی شناخت ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا "ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ ایک برصغیر ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ مسلمان قوم کا اپنا جداگانہ مذہب اور تہذیبی شناخت ہے۔ تمام مہذب اقوام کو مسلمانوں کے دینی اصولوں اور ثقافتی اور معاشرتی اقدار کا احترام کرنا چاہیے۔" اُنھوں نے مزید فرمایا کہ:

"مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ضم ہو کر ایک ریاست بنائیں گے۔ مضبوط اور مربوط شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری منزل ہے۔"

علامہ اقبالؒ کا خطبہ تحریکِ پاکستان میں ایک نیا سنگِ میل ثابت ہوا۔ قائداعظمؒ نے علامہ اقبالؒ کی سوچ اور فکر کا یہ کہہ کر اعتراف کیا کہ "اقبال کے خیالات اور تصورات بنیادی طور پر وہی ہیں جو میرے ہیں اور برصغیر کے آئینی اور دستوری مسائل پر غور و خوض اور تجزیے کے بعد اِسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔

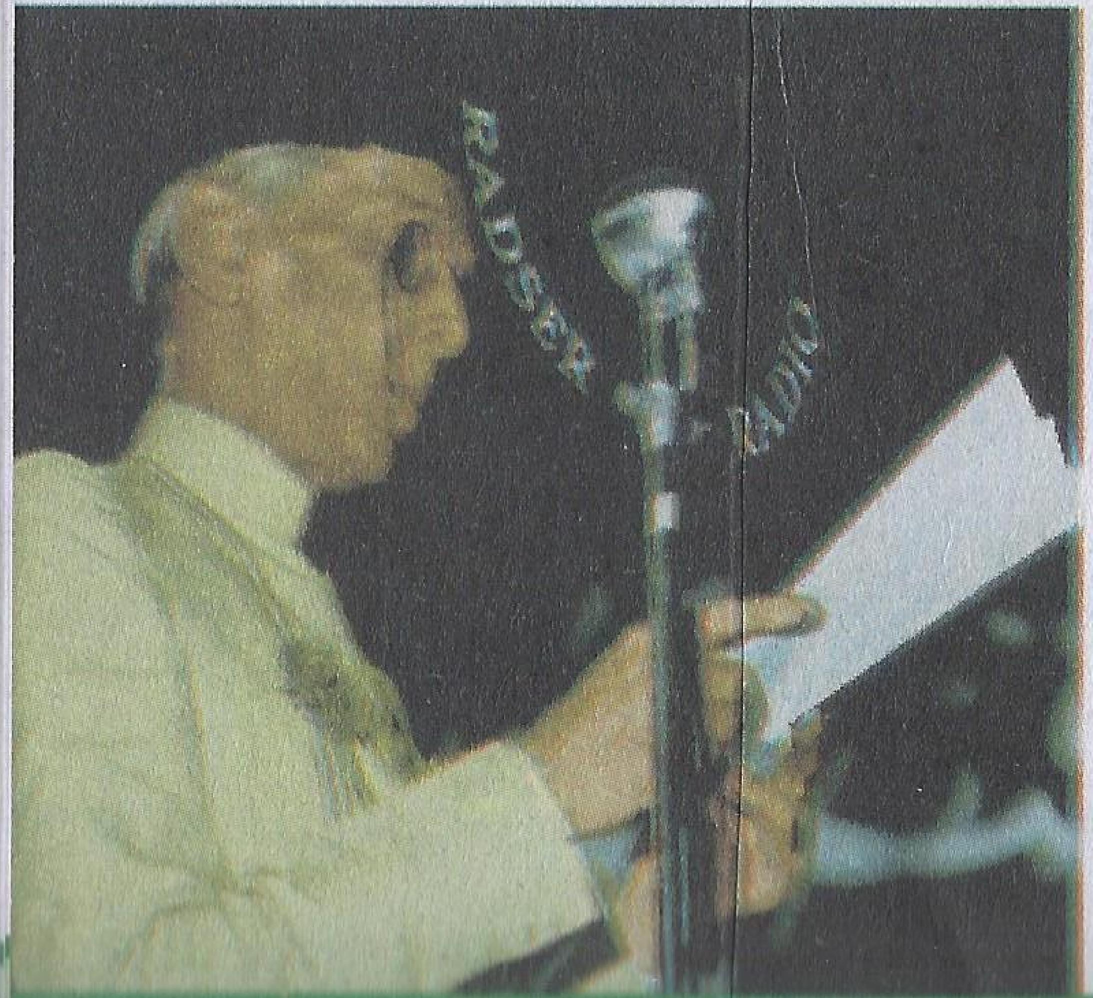

(ii) قائدِاعظمؒ کے ارشادات:

قائداعظم محمد علی جناحؒ برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں بہت فکر مند تھے۔ اُنھوں نے مسلم لیگ کی تشکیلِ نو کی اور اُس کو توانائی بخشی اور مسلمانوں کو اس کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ نظریۂ پاکستان کے بارے میں قائداعظمؒ کے خیالات اور تصورات بالکل صاف اور واضح تھے۔ اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب کے دوران آپ نے نظریۂ پاکستان کے بارے میں اپنے

خیال اور تصور کو اس طرح وضاحت کی کہ "پاکستان کے لیے ہمارا مطالبہ صرف زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلامی اصولوں پر مبنی نظام پر عمل درآمد کر سکیں۔"

لاہور میں 23 مارچ 1940ء کے مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں قائداعظمؒ نے اسلامی ریاست کے نظریاتی بنیادوں کی اس طرح وضاحت کی کہ:

"ہندومت اور اسلام صرف دو مذاہب ہی نہیں بلکہ یہ دو معاشرتی اور مدنی نظام ہیں اور یہ سوچنا کہ ہندو اور مسلم مل کر ایک مشترکہ قوم بن سکتے ہیں صرف ایک خواب ہوگا۔ میں کھل کر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دونوں اقوام دو مختلف تہذیبوں سے وابستہ ہیں اور اِن دونوں تہذیبوں کی بنیادیں اُن فلسفوں پر رکھی گئی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

جنوری 1941ء میں قائدِاعظمؒ نے مسلم قومیت کے علیحدہ تشخص کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پاکستان اُسی روز وجود میں آگیا تھا جس روز ہندوستان میں پہلا غیر مسلم تبدیل ہو کے مسلمان ہو گیا تھا۔"

6. نظریہ اور قومی کردار:

کسی فرد کی عادات و اطوار طرزِ زندگی کے مجموعے ک عام طور سے کردار سمجھا جاتا ہے اور اُس شخص کا نظریہ اُس کے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نظریے کی روشنی میں قومی کردار درجِ ذیل اخلاق و اقدار سے تشکیل پاتا ہے۔

(i) نظریے پر پختہ یقین:

جب کوئی شخص اپنے قومی نظریے پر پختہ یقین نہیں رکھتا ہے تب تک اُس کا کردار قومی جذبے سے عاری رہتا ہے اور اُس کے اعمال و افعال قومی مفاد کے مطابق نہیں ہوں گے۔ اِس لیے ہمیں اسلامی اقدار کی روشنی میں اپنا کردار بنانا چاہیے۔ نظریۂ پاکستان میں عوام کا پختہ یقین تھا جس کی وجہ سے اُنھوں نے ایک نظریاتی مملکت پاکستان کے حصول کے لیے اپنے جان و مال کی قربانیاں دیں۔ اِسی لیے ہمارا کردار ایک ایسے مسلمان کا عکاس ہونا چاہیے جو اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرتا ہے۔

(ii) سپردگی یا وقف کر دینا:

اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو کسی مقصد کے حصول کے لیے گہرے جذبے اور احساسِ فرض شناسی کے ساتھ مخصوص کر دینا۔ جو شخص قومی نظریے سے مکمل ہم آہنگ ہو کر کام کرتا ہے وہی صحیح معنوں میں قومی مفاد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے۔ بحیثیت پاکستان ہمارا کردار اُن اخلاق اور نیکیوں کا عکاس ہونا چاہیے جو اسلامی طرزِ زندگی سے پیوست ہیں۔

(iii) ایمانداری اور دیانتداری:

ایمانداری اور دیانتداری ایک ایسی صفت ہے جس کا تمام معاشروں میں اعتراف کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو نیک زندگی گزارنا چاہیے اور اپنے قول و فعل سے ایمانداری اور راست بازی کی عکاسی کرنی چاہیے۔ تجارت ہو یا زندگی کے دوسرے میدان، لوگوں سے معاملات کرتے وقت یہ ایمانداری نظر آنی چاہیے۔ اسلام نے بڑے سخت الفاظ میں ایمانداری پر زور دیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے ابتدائی سالوں میں زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے عوام کی ایمانداری اور دیانت داری پیوست تھی جس نے ملک کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں مدد کی۔

(iv) حُبّ الوطنی:

کسی بھی شخص کی اپنے وطن سے محبت اور اس کے لیے قربانی کا اندرونی جذبہ اور خلوص حب الوطنی کہلاتا ہے۔ کسی آزمائش کے وقت یا آزادی کو اگر خطرہ ہو تو اُس وقت لوگ اپنے قومی کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بھارت کے خلاف 1965ء کی جنگ کے دوران پاکستانیوں نے حب الوطنی کے جذبے کا زبردست مظاہرہ کیا تھا جو دراصل اُن کے قومی کردار کا مظہر تھا۔

(v) محنت اور مشقّت:

قومیں اُس وقت ترقی کرتی ہیں جب اُس کے افراد سخت محنت و مشقت کرتے ہیں۔ اِس کے لیے احساسِ فرض شناسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترقی یافتہ اقوام اس لیے خوشحال اور ترقی یافتہ بن سکی ہیں کیوں کہ اُن کے عوام میں شدید احساسِ فرض شناسی و ذمہ داری پایا جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کے وسائل اُس کے افراد کی سخت محنت کی بدولت ہی ترقی اور خوشحالی کا روپ دھارتے اور نشو و نما پاتے ہیں۔

(vi) قومی مفاد:

کسی بھی شخص کے ذاتی کردار کو لازماً قومی مفاد کی برتری اور فوقیت کی عکاسی کرنا چاہیے اور اس پر کوئی سمجھوتا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اِسی مرحلے سے ایمانداری، دیانتداری اور سپردگی کی صفات اور خوبیاں پھیلتی ہیں۔ صرف وہی اقوام زندہ و پائندہ رہتی ہیں جن کے افراد اپنے قومی مفادات پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ کسی نظریے کے ماخذ کیا ہوتے ہیں؟

2۔ کسی قوم کے لیے نظریہ کیوں اہم ہوتا ہے؟

3۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول بیان کیجیے۔

4۔ نظریہ میں قومی کردار کا کیا مقام ہے؟

5۔ نظریہء پاکستان کے بارے میں قائداعظمؒ کے ارشادات کا جائزہ لیجیے۔

6۔ کیا نظریہء پاکستان کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا کوئی بیان تھا؟ بیان کیجیے۔

7۔ کسی نظریے میں کیا کیا چیز شامل ہیں؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

(i) نظریہء پاکستان کی اساس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر ہے۔

(ii) اسلام سب سے زیادہ جمہوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(iii) چیزوں کو اُن کے درست مقام پر ترتیب دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتا ہے۔

(iv) علامہ اقبالؒ نے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے مقام پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اپنے صدارتی خطبے میں نظریہء پاکستان کے بارے میں بیان دیا۔

(v) قائداعظمؒ نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔

(vi) ایمان کی بنیاد اللہ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر ہے۔

(vii) اُخوت کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(viii) کردار، عادات و اطوار کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(ix) اسلامی نظریہ کے ذرائع۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

تشکیلِ پاکستان
MAKING OF PAKISTAN

دوسرا باب

1۔ برصغیر میں تحریکِ احیائے اسلام:

برصغیر پر مسلمانوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ حکمرانی کی لیکن جب اُنھوں نے اسلام کے سنہری اصولوں سے انحراف کرنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ اُن کا زوال شروع ہوگیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کے حالات خراب تر ہوتے چلے گئے۔ بے شمار دینی علماء اور شخصیات نے برصغیر میں اسلامی تعلیمات اور اقدار کے احیاء کے لیے اصلاحی تحریکوں کا آغاز کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی روح بیدار کرنے کے لیے اُن کی جدوجہد کو تحریکِ احیائے اسلام کہتے ہیں۔ اِن میں مندرجہ ذیل تحریکیں بہت نمایاں ہیں۔ ان کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔

(ا) شاہ ولی اللہ کی تحریک:

شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین تھا مگر اپنی روحانی صفات کی وجہ سے 'ولی اللہ' کہلاتے تھے۔ وہ 21 فروری 1703ء کو دہلی کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام شاہ عبدالرحیم تھا جو ایک معروف عالم اور دینی رہنما تھے۔ 15 سال کی عمر میں شاہ ولی اللہ نے دینی تعلیمات کے تمام بڑے شعبوں میں اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی۔ 17 سال کی عمر میں اپنے والد کی وفات کے بعد وہ اپنے والد کے جانشین ہوئے اور مدرسے کے شیخ نامزد ہو گئے۔

مارچ 1707ء میں اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد برصغیر طوائف الملوکی اور افراتفری کا شکار ہو گیا۔ اُس کی نمایاں وجہ مسلمانوں کی اخلاقی و مذہبی پستی اور گراوٹ تھی۔ شاہ ولی اللہ نے بہت باریک بینی سے اُن عوامل کا تجزیہ کیا جو مسلمانوں کے زوال کا باعث بنے تھے اور اِس نتیجے پر پہنچے کہ غیر مسلموں کے اثرات کی بدولت اسلامی روح و جذبہ اور اقدار تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی فوجی قوت تباہ ہو چکی تھی۔ دہلی سے آگرہ تک کے علاقے میں مسلمان جٹوں اور مرہٹوں کی قبائلی طاقت کے رحم و کرم پر تھے۔ شاہ ولی اللہ نے اندازہ لگا لیا کہ اگر مسلمان اسلامی طرزِ زندگی کی پیروی نہیں کریں گے تو آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گرتے چلے جائیں گے۔ اِن حالات میں اُنھوں نے برصغیر میں اسلامی تعلیمات اور اقدار کے احیاء کی منصوبہ بندی کی۔